© rasailojaraid.com

ملکیت کی معاشی قدر (Economic Value of Ownership)

(قسط اول)

تحریر : خضر یٰسین

معاشی دور یا Economic paradigm

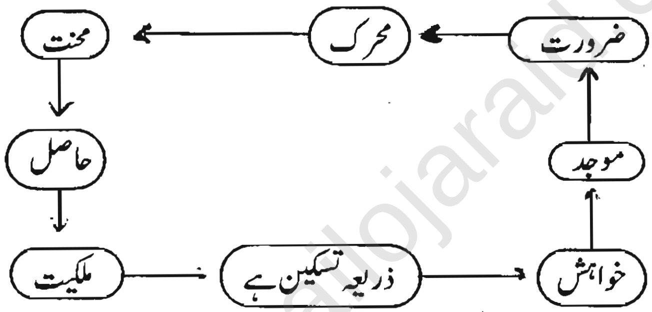

مندرجہ بالا دور کا آغاز کس سے کیا جائے۔ اس کی تکمیل بہر صورت اس نکتہ آغاز پر منتج ہوگی' مثلاً ہم ضرورت سے شروع کرتے ہیں۔ ہم انسان اس امر پر بلا امتیاز متفق ہیں کہ ضرورت ہی محنت کا محرک ہے 'اگر ضرورت یا Need نہ ہو تو محنت کی حاجت نہیں ہوگی' یہ ضرورت اندرونی تقاضے سے ہو یا بیرونی جبر سے ہو' بہر حال ضرورت ہی محنت کا محرک ہے۔ محنت ایک عمل ہے۔ انسانی عمل ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ ہر انسانی عمل در حقیقت موجود کو مطلوب میں بدلنے کی غرض سے وجود پاتا ہے۔ یعنی انسان جب یہ محسوس کرتا ہے کہ موجودہ صورت حال اس کے مقصد سے ہم آہنگ نہیں ہے تو جس عمل کے ذریعے سے موجود کو مطلوب میں بدلنا ہے۔ اس کو محنت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ محنت کے معاشی تصور میں انسان کی غرض و غایت حصولِ ملکیت ہوتی ہے۔ گویا معاشی جدوجہد یا محنت کا نصب العین ملکیت ہوتا ہے۔ بلکہ حصول ملکیت ہوتی ہے۔

مگر حصول ملکیت تک معاملہ ختم نہیں ہوتا بلکہ یہ معاملہ مزید آگے بڑھتا ہے تو ایک اور غایت سامنے آتی ہے' اور وہ غایت ہے تسکین و مسرت۔ ملکیت چونکہ ہماری خواہش کی تسکین کا ذریعہ ہے تو ملکیت بھی غایت منتہی نہیں ہے بلکہ یہ بھی ایک ذریعہ ہے' اور پھر چونکہ تسکین و مسرت یا تکمیل خواہش ایک ضرورت ہے لہذا ہم محنت کے دہانے پہنچ جاتے ہیں' اسطرح ہمارا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

معاشی جدوجہد کا دور تکمیل پذیر ہوتا ہے۔

چونکہ یہ معاشی دور اپنے اندر بڑی خاص قسم کی پیچیدگی رکھتا ہے اس لئے اپنی سادہ ترین صورت میں بھی اس کے پیچ در پیچ ہونے کو دیکھا جاسکتا ہے۔ ایک غایت کی تکمیل کیلئے دو مستقل بالذات ذرائع کی حاجت درپیش ہے۔ محنت خود ضرورت کی تکمیل کا ذریعہ ہے۔ اور پھر ملکیت بھی ایک ناگزیر ذریعہ ہے۔ جس کے بغیر محنت اپنی غایت کو نہیں پاسکتی۔ اس طرح محنت اور ملکیت ایک ہی غایت کی تکمیل کے لابدی ذرائع ہیں۔ جب یہ امر متحقق ہوگیا کہ معاشی احتیاج اور شی ہے اور اس کی تکمیل کے ذریعہ اور چیز ہیں تو ہمیں اس امر کی جانب متوجہ ہونا پڑے گا کہ علم معاشیات کا انحصار ان دونوں یعنی معاشی احتیاج یا خواہش اور ذرائع تکمیل یعنی محنت اور ملکیت میں کس پر ہوگا۔ آیا علم معاشیات کا موضوع خواہش ہے؟ یا پھر محنت اور ملکیت ہیں؟ یا پھر یہ دونوں ہوں گے؟ یعنی خواہش بھی موضوع میں شامل ہوگی جس طرح محنت اور ملکیت شامل ہیں؟

ہم جانتے ہیں کہ خواہش کی نہضت، اور ضرورت کی تشکیل اور تحریک اور اسی طرح خواہش کی تسکین یہ سب امور موضوعی یا subjective ہیں۔ ہم نہ ان کو اپنے علاوہ دوسروں کے ادراک پر سکھتے ہیں اور نہ ہی انہیں مشاہدے کا عام موضوع بنا سکتے ہیں۔ خواہش اس کی نہضت و تسکین ایسے امور ہیں کہ ہمیشہ ہم انسانوں کے ذاتی اور داخلی تجربات تو ہوسکتے ہیں مگر اس کو ایک معروضی حیثیت نہیں دے سکتے۔ اس لئے انہیں ایک ایسے علم کا موضوع نہیں بنایا جاسکتا جس سے معروضی حقائق کی تنظیم و تشکیل کرنی ہو۔ اس سے انکار نہیں کہ یہی موضوعی پہلو ہی معروضی حقائق کی جانب ہمیں متوجہ کرتا ہے۔ بھوک و پیاس نہ ہو تو کاروبار زندگی کا کوئی جواز ہی نہیں رہتا۔ مگر چونکہ خواہش کی نہضت اور غایت ایسے امور ہیں کہ ان کا تعین نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ بالعموم معاشی علوم سے وابستہ لوگ اس لئے کہتے رہتے ہیں کہ خواہشیں لامحدود ہیں، اگرچہ یہ مفروضہ فی نفسیہ محلِ نظر ہے تاہم اس سے یہ بات تو کھل ہی جاتی ہے کہ علم معاشیات میں خواہش اور دیگر داخلی امور کو موضوع علم تصور کرنا کسی طور پر درست نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ کسی ایسی صداقت کو جسے متعین کرنا ممکن نہ ہو اس علم کا موضوع بنانا جس پر تنظیم حیات کا نحصار ہو بجائے خود لایعنی ہے۔ خواہشات پیدا ہوتی ہیں اور پوری بھی کی جاتی ہیں مگر اس حقیقت سے ہم واقف ہیں کہ ہر خواہش کی جو غایت ہے وہ دوسری طرف ہمارے جسم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی ضرورت بھی ہے۔ مثلاً غذا کی خواہش جسم کی خارج شدہ توانائی بحال کرتی ہے۔ مگر غذا میں مختلف اقسام کے کھانوں کا تصور غذا کی ضرورت کو حد سے زیادہ کر دیتا ہے۔ بایں ہمہ تغذیہ کی تکمیل میں ہم اس حد سے نہیں بڑھ سکتے جو ہمارے جسم کی ضرورت کو پورا کرتا ہے۔ اگر قسم قسم کے کھانے ہمارے تصور میں آکر ہماری تمنا کو پورا کردیں تو اس پر خواہش کی ضرورت اور تکمیل کی لامحدودیت ثابت نہیں ہوتی۔ اس بات کو یوں واضح کیا جاسکتا ہے کہ مثلاً مجھے بھوک لگتی ہے۔ بھوک میری خواہش ہے جس کا مبداء میرے جسم سے توانائی کا اخراج ہے' جب بھی جسم میں توانائی کی کمی واقع ہوگی مجھے بھوک لگے گی۔ اب بھوک مجھے ایک غایت دیتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ مجھے کھانا کھانا ہے۔ میرے اندر تصور قائم کرنے کی صلاحیت ہے' لہٰذا میں مختلف کھانوں کا تصور کرتا ہوں اور خیال کرتا ہوں کہ میرے سامنے گوشت ہونا چاہیے' چاول ہونے چاہئیں۔ انڈے' دودھ فروٹ اور کیا کیا۔ اس تصور کے قیام نے میری اصل ضرورت سے مجھے بہت زیادہ باہر کردیا ہے۔ اب جبکہ میں اپنے اس تصور کو عملی جامہ پہناتا ہوں تو پر لطف اور عمدہ غذا میرے سامنے آجاتی ہے مگر میں ان سب سے کتنا کھاتا ہوں؟ میرے اندر کی خواہش بھوک ایک اندھا مطالبہ ہے وہ ختم ہو جاتی ہے۔ میرے پیٹ کے بھر جانے سے اور سامنے رکھے ہوئے نعم میں سے اتنا ہی کھاسکتا ہوں جتنا کہ میرے پیٹ کی ضرورت ہے نہ کہ میرے تصور کی ضرورت ہے۔ لہٰذا یہ خیال کرنا کہ خواہشات لامحدود ہیں درحقیقت خواہش اور تصور میں امتیاز نہ کرسکنے نے ایک مغالطہ پیدا کردیا ہے۔

ایک عمدہ غذا یا دیگر سہولیات زندگی کا حصول یقیناً ہونا چاہیے مگر اس سے معاشی حقائق کو نظر انداز کرنا درحقیقت ایک غلط فہمی کا نتیجہ ہے' اور وہ غلط فہمی حوائج ضروریہ اور ان کی نسبت حوائج خیالیہ کو ایک سمجھنا ہے' انسان کی ذات میں حرص' لالچ اور بخل کا مبداء حوائج خیالیہ ہیں نہ کہ حوائج ضروریہ ہیں۔ معاشی ماہرین جب بھی اس مسئلے پر غوروفکر کرتے ہیں اور وہ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ انسان کے معاشی مطالبات اور ان کی تکمیل کیلئے حاضر اسباب وذرائع میں کوئی تناسب قائم ہوتا نظر نہیں آتا۔ اور جس کے باعث معاشی نظام کی تشکیل میں ایسی صورتوں کی تشکیل کی جاتی ہے۔ ذرائع اور اسباب جسے حاصل ہوں وہ ان کو اپنے پاس رکھے اور ان کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرے۔ حالانکہ جب انسان ہی کے اس طرز عمل پر غور کیا جاتا ہے جس سے حرص' لالچ اور بخل کے بجائے انفاق ایثار اور احسان کا مظاہرہ ہوتا ہے تو یہ معاملہ بالکل برعکس ہو جاتا ہے' کیونکہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انفاق‘ ایثار اور احسان کا طرز عمل ذرائع واسباب کی کمی کو ظاہر نہیں کرتا بلکہ ان کی فراوانی یا کم از کم اتنی ہونے کو ظاہر کرتا ہے کہ ان سے نظام کے چلنے میں خلل واقع نہیں ہو سکتا۔ اس دولت کی نسبت انفاق‘ ایثار اور احسان کا طرز عمل حوائج ضروریہ سے وابستہ ہے اور حوائج خیالیہ سے نہیں پھوٹتا ہے۔

معاشی دور کے قیام سے ہمیں ایک اور بسیط حقیقت سے آگاہی حاصل ہوتی ہے کہ ہماری معاشی جدوجہد کے دو اہم پہلو ہیں۔ ایک موضوعی (subjective) اور دوسرا پہلو معروضی یا (objective) ہے۔

معاشی دور کا موضوعی پہلو

اب آپ ایک مرتبہ پھر معاشی دور کو سامنے رکھیئے۔

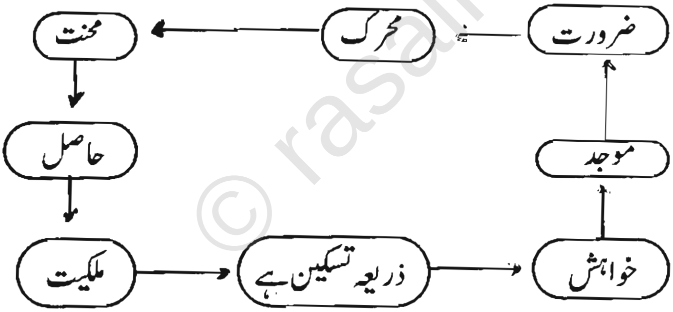

میری ہستی معاشیات کے اس دور میں جکڑی ہوتی ہے‘ اور اس سے آزاد نہیں ہو سکتی۔ نہیں بلکہ میں اور میری طرح کے دیگر تمام انسان یعنی پوری نوع انسانی اس دور سے وابستہ ہے‘ اب اگر امعان نظر دیکھا جائے تو میری ضرورت اور اس کی تحریک اور ملکیت سے حاصل ہونیوالی تسکین اور اسی طرح میری خواہش کا میری ضرورت کیلئے مبداء کا کام انجام دینا یہ سب کچھ میری ذات کا موضوعی پہلو ہے اور اس سے میری ہستی کا دوسرے انسانوں کو واسطہ یا تعلق نہیں ہے۔ یہ خالصتاً داخلی امور ہیں حتی کہ ان کی شدت کا اندازہ میرے علاوہ کوئی نہیں لگا سکتا۔ یہ ایسے حقائق ہیں کہ ہر انسان میں موجود ہونے کے باوجود انفرادی اور داخلی حقائق ہیں۔ اس لئے ان کی صداقت مسلم ہونے کے باوجود اسے کسی ایسے نظام کی اساس نہیں بنایا جاسکتا ہے جسے ہماری خارجی ہستی کو منظم کرنا ہو۔ خارجی نظام کی اساس واقعی خارجی ہو سکتی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے۔ ان داخلی یا موضوعی حقائق کو اگر کسی خارجی تنظیم کیلئے بطور اساس کے استعمال کیا جائے تو سب سے بڑی مشکل تنظیمی واقعیت کے حوالے سے پیش آئے گی' چونکہ خارجی امور حسی امور ہیں اور مشاہدہ کا بلاواسطہ موضوع ہوتے ہیں جبکہ داخلی امور میری ذات کے علاوہ کسی اور کے مشاہدہ کا موضوع نہیں بن سکتے۔ اس لئے جبکہ تنظیمی تشکیل کا تو واقعیت پر مبنی ہو گی اور اس میں یہ دیکھا جائے گا کہ آیا کوئی عمل اس طرح سے ہوا ہے کہ یا کہ نہیں ہوا جیسا کہ وہ مطلوب ہے ؟ اس لئے اگرچہ ہمارے تمام قوانین اپنے اندر اخلاقی عنصر رکھتے ہیں مگر قانون کی رو سے کسی کی نیت نہیں دیکھی جاتی کہ اس کام تو کرنے میں اس کی نیت کیا تھی ؟ بلکہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ فعل کا صدرو حکم کے مطالبہ پر پورا اترتا ہے یا کہ نہیں اترتا ہے' اس لئے یہ امر محال ہے کہ خارجی تنظیم کو داخلی امور پر قائم کیا جا سکے۔

معاشی دور کا خارجی پہلو

ہمارا معاشی پراڈیم (دور) ہمیں یہ دیکھاتا ہے کہ ہماری معاشی جدوجہد کا مظہر دو چیزیں ہیں۔

۱۔ محنت

۲۔ ملکیت

یہ دونوں ایسے حقائق ہیں کہ معروضی ہیں واقعی ہیں اور اس لئے یہ نہ صرف معاشی تنظیم کی اساس ہیں بلکہ علم معاشیات کا بلاواسطہ موضوع ہیں' محنت اور ملکیت کی مختلف صورتوں اور ان سے وابستہ نتائج کے ادراک کی جستجو علم معاشیات کا اہم ترین وظفیہ ہے۔

علم معاشیات کے مطالعے میں دو اہم طریقوں کو دخل ہے۔ ایک یہ کہ علمی جستجو کی اساس "معاشی شعور" پر رکھی جائے دوسرا یہ جستجو کی اساس معاشی حقائق تک محدود کر لی جائے' اول الذکر صورت میں دراصل معاشی حقائق کی نسبت وہ ادراک حاصل کرنا ہوتا ہے جس کے بعد معاشی تنظیم کے تعطلات کو آسانی سے سمجھا اور رفع کیا جا سکتا ہے۔ اس کے برعکس جب نظر معاشی حقائق پر ہو تو تعطلات آئے دن نشوونما پاتے رہتے ہیں' ملکیت اور محنت معاشی حقائق ہیں۔ وراثتی معاشیات میں ملکیت اور محنت کی موجودگی پر قانع ہونا پڑتا ہے۔ دوسری طرف معیاری معاشیات میں ملکیت اور محنت کو معاشی حقائق کے طور پر قبول کرنے کے بعد اپنی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جستجو کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے ان کی حیثیتوں کے تعین کی طرف قدم بڑھاتی ہے۔اس لئے روائتی تجزیے میں اور معیاری تجزیے میں جوہری فرق ہے۔

محنت اور ملکیت میں اولیت کا مسئلہ

ہم سب جانتے ہیں کہ بیسویں صدی میں سرد جنگ کی بنیاد ان دو نظاموں پر قائم تھی جن کے بنیادی مسئلہ محنت اور ملکیت کی اولیت تھا' اور تقریباً پوری صدی اپنے جلو میں اس تضاد کی بنیاد لئے ہوئے تھی' اشتمالیت اور اشتراکیت اس امر پر مصر ہیں کہ محنت کو ملکیت پر اولیت حاصل ہے جبکہ سرمایہ داریت کا انحصار اس اصول پر ہے کہ محنت کو ملکیت پر اولیت حاصل نہیں ہے۔برعکس اس کے ملکیت کو محنت پر اولیت حاص ہے' اس معاشی تقدم کی مشکل کو آسانی سے اس مثال سے واضح کیا جاسکتا ہے کہ اگر ایک آدمی کے پاس ایک لاکھ روپے کا سونا موجود ہو اور ایک دوسرا آدمی اس کو زیور میں بدل دیتا ہے اور اب اسی سونے کی قیمت ایک لاکھ سے بڑھ کر ڈیڑھ لاکھ ہو جاتی ہے تو سوال یہ ہے کہ ۵۰ ہزار روپے' محنت اور ملکیت میں سے کس کا حصہ ہیں' اشتراکی کہتے ہیں کہ محنت کا کمال ہے اور سرمایہ دار کہتے ہیں کہ یہ خود سونے یا ملکیت کا کمال ہے۔مگر جب تجزیے کو پورے احتیاط کے ساتھ آگے بڑھایا جائے تو نہ سرمایہ داریت اپنی پوزیشن کی حفاظت کر سکتا ہے اور نہ ہی اشتراکی اپنے دلائل کی کوئی مضبوط اساس فراہم کر سکتا ہے۔دیکھئے' مثلاً اگر ہم سرمایہ دار سے پوچھیں کہ اگر یہ ۵۰ ہزار روپے جسے اشتراکی قدر زائد کے نام سے یاد کرتے ہیں' سرمائے کا ہی کمال ہے تو پھر اگر اس ایک لاکھ روپے کے سونے پر محنت نہ کی جاتی اور اسے سادہ صورت سے نکال کر زیور کی شکل نہ دی جاتی تو کیا اس میں یہ قیمت پیدا ہو سکتی تھی؟ یقیناً سرمایہ داری کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں ہے' اسی طرح جب اشتراکی کے اصرار کو تجزیے کا موضوع بنایا جائے تو یہ امر طے ہیں کہ اگر سونا موجود ہی نہ ہو تو محنت کس پر ہوتی ؟

یہ دونوں تصور اپنی اساس کے اعتبار سے ایک ایسے تعصب پر مبنی ہیں جو علمی ہونے کے بجائے جذباتی اور سیاسی زیادہ ہے۔امر واقعہ یہ ہے کہ معاشی لحاظ سے ہم ان دونوں میں سے کسی ایک کو ترک کر ہی نہیں سکتے۔اور ایک کی دوسرے پر کسی قسم کی اولیت ممکن ہی نہیں ہے اور نہ ہے۔یہ دونوں معاشی تصور کے عناصر ہیں۔ان میں سے ہم کسی ایک کو غائب کر کے سرے سے معاشی تصور کو ہی ختم کر دیں گے۔محنت اور ملکیت معاشی جدوجہد کی شرائط ہیں۔اہم ترین

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور آخری شرائط ہیں۔ اس لئے ایک معاشی علمی تجزیے کی اساس ہی یہ ہے کہ محنت اور ملکیت ہر ایک کیلئے وہ اساس تلاش کرے جس پر دونوں کا اپنا اپنا وجود قائم ہے۔ قبل اسکے کہ ہم معاشی تجزیے کو مزید آگے بڑھائیں ہم ان دونوں عناصر کی کارکردگی، واقعیت اور معاشی حیثیت کا تعین کرنے کی سعی کرتے ہیں۔ آئندہ ان معاشی حقائق کے معاشی حیثیت کا تعین کیا جا رہا ہے۔

متعینہ معاشی حیثیت برائے عناصر

جیسا کہ پہلے یہ امر واضح کیا جا چکا ہے کہ محنت اور ملکیت معاشی تصور کے عناصر ہیں اور دونوں انتہائی اہم ہیں۔ اور "معاشی عملیت" میں ان میں سے کسی ایک کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، بایں ہمہ ان دونوں عناصر کی حیثیت کو اس وقت تک باور نہیں کیا جا سکتا جب تک ان کی واقعی حدود کو واضح طور پر ایک دوسرے سے متمیز نہ کر لیا جائے، اس تحدید میں ہمارا تجزیہ معاشی تصور کی بدیہات سے ہوگا اور اس کو بطور مسلمات کے قبول کرنا پڑے گا۔

۱۔ زمانی قدر (Time Value)

محنت کی زمانی قدر مستقبل ہے :Future Value

ملکیت کی زمانی قدر حال ہے :Present Value

زمانی قدر مستقبل سے وابستہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ محنت میں "حال" میں کوئی قدر نہیں ہو سکتی ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ محنت کو صادر ہونے یا واقعہ بننے کیلئے وقت کا صرف ہونا ضروری ہے بغیر صرفیت زمان محنت کیلئے واقعیت اختیار کرنا ناممکن ہے محنت جب بھی ہوگی وقت کی صرفیت سے ہوگی۔ ایک آدمی دو گھنٹے محنت کرتا ہے۔ آپ اس سے وقت کو کم کرلیں۔ ایک گھنٹہ محنت ہوگی۔ وقت مزید کم ہو جائے۔ آدھا گھنٹہ محنت ہوگی۔ مزید کم کرلیں دس منٹ۔ پانچ منٹ۔ دو منٹ، ایک منٹ، تیس منٹ، پندرہ سیکنڈ اور وقت صفر پر ہوگا تو محنت بھی صفر ہوگی۔ گویا وقت کی صرفیت بر بار آور ہونا محنت کا حصہ ہے۔ وقت کی صرفیت کے بغیر یعنی حال" میں محنت کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ اور نہ ہو سکتی ہے۔ ایک طرف محنت کے واقعہ بننے کیلئے وقت کی ضرورت ہے تو دوسری طرف محنت کے بار آور یا صلہ پانے کا تعلق وقت کی صرفیت سے ہے۔ محنت کا صلہ ملکیت ہے، اور محنت محنت کار کو ملکیت حاصل کرنے کیلئے وقت کو سہارا اپنانا ہوتا ہے، یوں گویا ملکیت اپنا صلہ محنت کی صورت میں جو وقت کی صرفیت کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ حاصل کرنا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوتا ہے۔اسی طرح محنت کو اپنا صلہ ملکیت کی صورت میں حاصل کرنا ہوتا ہے۔اب صورت حال یہ ہوگی کہ محنت کار اپنی محنت فروخت کرے گا یعنی اپنا وقت فروخت کرے گا اور صلہ یابدلے میں ملکیت وصول کرے گا۔اور مالک اپنی ملکیت کو محنت کے عوض فروخت کرے گا۔ملکیت دونوں میں ''قوت خرید'' موجود ہوتی ہے اور دونوں کی خرید و فروخت کا انحصار' زمانے اعتبار سے یہ ہوگا کہ محنت وقت فروخت کرے گی اور ملکیت اس کے عوض عین فروخت کرے گی۔ملکیت کے عین میں صلاحیت ہے وہی صلاحیت محنت کے وقت میں ہے۔ محنت کا کوئی عین نہیں ہے اور ملکیت کا کوئی وقت نہیں ہے۔یعنی ملکیت کی قیمت اس کے عین میں ہے اور محنت کی قیمت وقت میں ہے۔

زمانی قدر برائے ملکیت

ملکیت میں زمانی قدر حال کی ہے۔ملکیت حال'' میں ایک قیمت ہے۔ ایک قدر ہے۔ جسے جب چاہے فروخت کیا جاسکتا ہے۔گویا ملکیت میں قدر اس کے عین میں ہے اور عین سے خارج کسی چیز میں نہیں ہے۔اس لئے ملکیت کی قیمت وقت کی صرفیت سے وابستہ نہیں ہوتی۔کوئی زمانی اعتبار سے اس میں قیمت اِس وقت یعنی حال میں موجود ہے' حال کی قیمت کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں کہ اس میں صلہ ہونے یا بننے کی اہلیت اس کے عین میں ہے' ملکیت میں وقت کی قیمت پانے کی اہلیت ہے ہی نہیں۔'وقت کی قیمت فقط محنت کیلئے خاص ہے' اور اگر اس امر پر کوئی اصرار کرتا ہے کہ ملکیت کے اندر وقت کی قیمت کی استعداد موجود ہے تو وہ صرحتاً غلطی کر رہا ہے' آپ ملکیت کے عین کے علاوہ کسی پہلو کو قدر کی حیثیت نہیں دے سکتے' آیئے ہم وقت کے حوالے سے ملکیت کیلئے قدر و قیمت کے تصور کا ایک تجزیہ کرتے ہیں۔ مثلاً : آپ ایک آدمی کو ایک لاکھ روپے ایک سال کیلئے دیتے ہیں۔اور ایک سال کے بعد اس سے ایک لاکھ دس ہزار کا مطالبہ کرتے ہیں۔یا وہ ایک لاکھ دس ہزار آپ کو واپس کرنے کا پابند ہے۔اس رقم کے تبادلے میں ایک لاکھ اصل زر ہے جو آپ سے دوسرے شخص کو منتقل ہو گیا ہے۔اور دس ہزار وہ رقم ہے جو اس ایک لاکھ کو ایک سال تک استعمال کرنے کا معاوضہ متصور ہوتی ہے۔اس تبادلے میں ایک لاکھ روپے کی ملیکت آپ کے پاس رہی ہے اور اس کا قبضہ یا استعمال دوسرے آدمی کو منتقل ہوا ہے۔ایک سال تک اس رقم کے استعمال کا معاوضہ دس ہزار کی ملیکت کو منتقل کرنے کے مطالبے کے ساتھ وابستہ ہے۔ یعنی دوسرے آدمی سے آپ یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ میری ملکیت کو استعمال کرنے کا معاوضہ تم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اپنی ملکیت مجھے دے دو۔ دس ہزار روپے ملکیت ہیں۔ دوسرے آدمی کی ملکیت ہیں اور ان میں بھی استعمال ہونے کی وہی اہلیت ہے جیسی آپ کے ایک لاکھ میں ہے۔ تو پھر اس دوسرے شخص کی ملکیت کا استعمال کیوں نظر انداز کر دیا جائے؟ ایک لاکھ سے جو خصائص' مفاد اور محرومیاں ایک سال تک وابستہ ہے وہ اس دس ہزار روپے سے دس سال تک وابستہ رہیں گی' تو کیوں نہ ایسا کر لیا جائے' ایک لاکھ کے استعمال کی قیمت دس ہزار دس لاکھ تک استعمال کرنی کی صورت میں چکائی جائے؟ مگر ظاہر ہے کہ دس ہزار کے عین کا مطالبہ ہو گا کیونکہ عین کے علاوہ کوئی صورت ایسی نہیں ہے جس میں قدر کی موجودگی متصور ہو سکے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک لاکھ کے ایک سال تک کاروبار میں لگانے کا مطالبہ دس ہزار کی ملکیت کے انتقال کی صورت میں کیا جاتا ہے۔ اب اگر آپ اس تبادلہ پر ٹھیک طور سے غور کریں تو یہ بات سامنے آئے گی کہ آپ ایک سال تک ایک لاکھ روپے کی ملکیت نہیں بلکہ محض قبضہ منتقل کرتے ہیں اور دوسرے شخص سے دس ہزار روپے کی ملکیت منتقل کرا لیتے ہیں۔ اب بھی اگر کسی کے خیال میں یہ بات جانگزیں ہے کہ ملکیت کے عین کے علاوہ کوئی پہلو ایسا ہو سکتا ہے جو قدر کا حامل ہے تو اسے اپنے موقف کا ازسر نو جائزہ لینا چاہیے۔ معاملے کے دونوں پہلوؤں پر غور کرے کہ کیا واقعتاً ایسا ہے کہ ہر ایک کی ملکیت عین کو ضائع کیے بغیر کوئی قدر پا رہی ہے؟ تو شاید وہ اپنے تجزیے میں کامیاب ہو سکتا ہے ورنہ ناقص اور نا تمام تجزیے پر قانع رہنے والے انسان سے کیا توقع رکھی جائے۔

ہمارا متذکرہ بالا تجزیہ یہ امر واضح ہو جانا چاہیے کہ ملکیت کی ہر صورت اپنے عین میں قدر کی حامل ہوتی ہے اور ملکیت کے عین کے علاوہ ملکیت کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جس میں معاشی قدر کا تصور پایا جائے۔ لہٰذا ملکیت سے وابستہ مفاد کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ اگر ملکیت بعینہٖ منتقل نہ ہو تو اس کے معاوضے کا مطالبہ اپنے اندر کوئی معاشی جواز نہیں رکھتا ہے۔ کیونکہ اگر ملکیت کے عین کے علاوہ اس سے وابستہ مفادات بھی اپنے اندر معاشی جواز رکھیں تو پھر یہ صورت یک طرفہ ہو گی۔ مثلاً:

ایک گھر کرائے پر دیا جاتا ہے۔ کرایہ دراصل اس گھر کی ملکیت سے وابستہ مفاد کا معاوضہ ہے' اور اگر کوئی یہ سوال کرے کہ کرائے کی صورت میں جس رقم کو ادا کیا جا رہا ہے کیا اس رقم سے بھی کوئی مفاد وابستہ ہے کہ نہیں ہے۔ یقیناً ہے تو پھر سوال یہ ہے کہ کرائے دار کی ملکیت کے مفاد کو کیوں ختم کر دیا جائے؟ جس طرح دس سال تک مکان کا استعمال یا اس سے وابستہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مفاد اپنے اندر معاشی قدر کا حامل ہے بالکل اسی طرح کرائے دار کی وہ رقم جس کی اس نے ملکیت منتقل کر دی ہوتی ہے اپنے اندر استعمال اور مفاد کی معاشی قدر رکھتی ہے تو اس کے مفاد کو کیوں نظر انداز کیا اور فقط عین کے انتقال پر اسرار رہے۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ملکیت کے عین میں معاشی قدر ہے نہ کہ اس کے مفاد میں معاشی قدر بننے کی صلاحیت موجود ہے۔

(جاری ہے)

© rasailojaraid.com